بعد تحقیق احادیث وروایات نصیر
میرا دل قائل ایمان ابوطالب ہے
(پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی)
تحقیق ایمان ابوطالب
امام المناطقہ استاذ العلماء ملک المدرسین
حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت محقق العصر
تقریظ:......... مولانا مفتی محمد خان قادری
دینی وادبی حوالے سے اشاعتی میدان میں منفرد اور معیاری ادارہ
اسلامک میڈیا سنٹر
27/A (گنج بخش سٹریٹ) داتا دربار مارکیٹ، لاہور
0300-9429027, 0321-9429027, 042-37214940
E-mail: mahboobqadri787@gmail.com

فرمودۂ حضرت استاذ العلماء

علامہ عطا محمد بندیالوی قدس سرہٗ

بندہ نے یہ مضمون اس امید پر لکھا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ اس فقیر حقیر سراپا تقصیر کے اعمال کا ملاحظہ فرمائینگے تو ہوسکتا ہے کہ یہ مضمون آپ ﷺ کی خوشنودی کا باعث ہو اور اللہ تعالیٰ اس فقیر کے گناہ معاف کر دے اور خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔ آمین یارب العالمین

نگارش حضرت اُستاذ العلماء رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ

وعلی آلہٖ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ اجمعین امابعد۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی یہ سنت جاریہ ہے کہ دنیا میں وقفہ وقفہ سے ایسے علماء کرام پیدا فرماتا رہے گا جو کہ علماء سوء کی تاویلات باطلہ اور مبطلین کے مزعومات فاسدہ سے مسلمانوں کو متنبہ فرماتے رہیں گے اور جتنا زمانہ نبوۃ علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اور قرب قیامت ہوگا اتنا ہی تاویلات زائغہ اور اعتقادات کاسدہ کی کثرت ہوگی تا آنکہ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب زمین پر اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہ ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ بھی اس دوران اپنی سنت جاری فرماتا رہیگا اور علماء زور کے مقابلہ میں علماء صدق پیدا فرماتا رہے گا چنانچہ تاریخ دان حضرات پر واضح ہے کہ ہر دور میں صالحین نے مبطلین کا رد فرمایا اور دین کی تجدید فرمائی اسی سلسلہ کی کڑی میرے ایک عزیز حضرت مولانا العلامۃ جناب صائم چشتی فیصل آبادی ہیں صائم صاحب کی تین تصانیف بندہ کی نظر سے گزری ہیں اول گیارہویں شریف ہے چونکہ مبطلین نے اولیاء کرام کے لئے ایصال ثواب کو مااھل بہ لغیر اللہ میں داخل کردیا اور حلال طیب کو حرام قطعی میں داخل کرنے کی سعی نامشکور کی تو جناب صائم صاحب نے نہایت اچھوتے انداز میں مبطلین کا رد بلیغ فرمایا اور کتاب مستطاب گیارہویں شریف تالیف فرمائی جو کافی مدت ہوئی کہ طبع ہوکر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوچکی ہے اور اب دوسرے ایڈیشن میں قدم رکھ رہی ہے۔

دوسری کتاب شہید ابن شہید ہے کہ بعض خوارج نے حضرت سیّد الشہداء امام مظلوم نبیرہ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی اولادہ الکرام پر زبان طعن دراز کی ہے اور یزید اظلم علیہ ماعلیہ کوحق بجانب ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے حضرت صائم کی حب اہل بیت کرام کی رگ پھڑکی اور کتاب مذکور بالا تصنیف فرما کر خوارج کا دندان شکن رد بلیغ فرمایا اور حمایت اور تائید اہل بیت کی سعادت سے اللہ تعالیٰ نے صائم صاحب کو سرفراز فرمایا، حالانکہ پاکستان میں مشاہیر علماء اہل سنت موجود ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تانہ بخشد خدائے بخشندہ

تیسری کتاب حضرت مولانا صائم چشتی نے حضرت ابوطالب عم النبی ﷺ کے ایمان کے متعلق تحریر فرمائی ہے اس کتاب کا مضمون اور موضوع ایک نہایت نازک مسئلہ ہے جس پر قلم اٹھانا ہر کسی کا کام نہیں ہے بلکہ نامور علماء کا کام ہے۔ مصنف فاضل نے اس مسئلہ کی تحقیق کا حق ادا کیا ہے کہ اپنی وسعت علمی اور کثرت معلومات کا ثبوت، مہیا فرما کر اہل علم پر بڑا احسان فرمایا ہے اس فقیر محرر ایں سطور خادم الطلبہ عطا محمد چشتی گولڑوی نے جناب صائم صاحب کی کتاب گیارہویں شریف پر مختصر تقریظ تحریر کی ہے جو شاید کتاب کی دوسری طبع میں شائع ہوگی اس مقام میں یہ فقیر سراپا تقصیر مولانا صائم صاحب کی تیسری تصنیف پر تبصرہ کرنا چاہتا ہے جس میں حضرت ابوطالب کے ایمان پر محققانہ بحث کی گئی ہے اگرچہ تبصرہ اور تقریظ اختصار کی متقاضی ہے لیکن زیر تبصرہ مسئلہ ایسا دریا ہے کہ اس کو کوزے میں بند کرنا کم از کم اس فقیر کا مقدور نہیں ہے اس لئے اگر تبصرہ میں طوالت ہو جائے تو بندہ قارئین سے معذرت خواہ ہے۔ تبصرہ سے قبل چند تمہیدی مقدمات پیش خدمت ہیں تاکہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

مقدمہ اوّل:

ایمان میں دو چیزیں اہم ہیں اول تصدیق جس کا تعلق دل سے ہے دوم اقرار جس کا تعلق زبان سے ہے خلاصہ ہر دو چیز کا یہ ہے کہ دل تسلیم کرے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور محمد مصطفیٰ ﷺ صادق اور سچے ہیں اور زبان سے ان ہر دو امر کا اقرار کیا جائے جس کا خلاصہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

مقدمہ دوم:

تصدیق قلبی مسلمان سے کبھی ساقط اور معاف نہیں ہوتی خواہ کتنا ہی عذر اور خوف شدید کیوں نہ ہو لیکن اقرار، عذر اور اپنی جان کے خطرہ کے وقت ساقط اور معاف ہے یعنی اگر تصدیق قلبی موجود اور محکم ہے تو زبان پر کلمہ کفر جاری کرنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے اور اس کی دلیل قرآن پاک میں مذکور ہے چنانچہ فرمان الٰہی ہے من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بلایمان ولکن شرح بالکفر صدراً فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم خلاصہ مقدمہ دوم کا یہ ہے کہ اگر تصدیق قلبی ہے تو زبان پر صریح کفر منافی ایمان نہیں ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے تو اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ اگر تصدیق قلبی موجود ہے تو زبان پر ایسے کلمات جاری کرنا جو کفر صریح نہیں بلکہ دو معنیٰ کا احتمال رکھتے ہیں یعنی کفری اور غیر کفری تو ایسے کلمات کا اجراء زبان پر جان کے خوف کے وقت بطریق اولیٰ منافی ایمان نہیں ہے اور اس میں بھی کسی ذی علم کو اختلاف نہیں ہوسکتا۔

مقدمہ سوئم:

جب اپنی جان کو خطرہ لاحق ہو تو زبان پر اجراء کلمات کفر منافی ایمان

نہیں ہے تو اگر اپنی جان کے ساتھ نبی ﷺ کی جان کو بھی شدید خطرہ لاحق ہو تو زبان پر اجراء کلمات کفریہ اجراء کلمات محتملہ بطریق اولٰی منافی ایمان نہیں ہوگا۔

مقدمہ چہارم:

کفر کی کئی صورتیں ہیں اول دل میں تصدیق نہیں ہے اگرچہ زبان پر اقرار ہے، دوم بلا عذر اور اکراہ زبان پر اجراء کلمہ کفر، سوئم ایسا فعل کرنا جو کہ کفر اور تکذیب پر دلالت کرے اور کوئی جبر اور اکراہ نہیں ہے جیسے بت کو سجدہ کرنا یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکنا۔

مقدمہ پنجم:

ایمان اور کفر کے دلائل بظاہر متعارض ہوں تو ایمان کے دلائل کو ترجیح ہوگی اگرچہ دلائل ایمان ضعیف ہی کیوں نہ ہوں اور اس کی تصریح کتب فقہ میں ہے۔ الاسلام یعلو اولا یعلی یعنی لسلام کفر پر غالب ہے مغلوب نہیں ہے۔

ابتدا میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایسے علماء کو پیدا فرمایا جنہوں نے حق کو ظاہر فرمایا اور تاویلات باطلہ کا ابطال فرمایا مسئلہ ایمان حضرت ابی طالب بھی ایک اختلافی مسئلہ ہے اور قدیما حدیثاً علماء کرام نے اس مسئلہ میں کتابیں اور رسائل تحریر فرمائے اس فقیر کی معلومات کے مطابق ماضی قریب میں مولانا العلامہ محمد بن رسول برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان ابی طالب پر ایک رسالہ تحریر فرمایا اور ایمان ابی طالب کو دلائل کثیرہ سے ثابت فرمایا اس رسالہ میں علامہ برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن دلائل سے جن سے مخالفین نے عدم ایمان ابی طالب پر استدال کیا تھا انہیں دلائل سے علامہ برزنجی نے ایمان ابی طالب ثابت کیا۔ فللّٰہ درہ

علامہ برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات گیارہ صد تین ہجری ۱۱۰۳ھ میں ہوئی اس

کے بعد اسی مسئلہ پر حضرت علامہ سیّد احمد بن زینی دحلان مفتی الحرم رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب ہے یہ دونوں رسالے عربی زبان میں ہیں اور دوسرا رسالہ پہلے سے ماخوذ ہے اور پھر بہت ہی ماضی قریب میں حضرت مولانا العلامہ مولوی محمد برخودار رحمۃ اللہ علیہ ملتانی محشی نبراس نے رسالہ اسنی المطالب کا اردو میں ترجمہ فرمایا اور اس کا نام ہے "القول الجلی فی نجاۃ عم النبی وانی علی" اور اس کے بعد اس موضوع پر علامہ صائم چشتی کی تصنیف منیف ہے۔ اللہ تعالیٰ زور قلم زیادہ عطاء فرماوے۔

مقدمہ ششم:

علوم دینیہ کے کئی شعبے ہیں، تدریس، افتاء، قضاء، تبلیغ، مناظرہ، تصنیف و تالیف اور ظاہر ایک آدمی یہ سارے کام نہیں کرسکتا، لہٰذا علماء کو یہ تمام کام باہم تقسیم کرنے ہونگے تو جب کوئی صاحب علم کسی ایک کام کو اختیار فرما کر سعی بلیغ کرتا ہے تو اس فقیر کو بڑی خوشی ہوتی ہے کہ اس عالم دین کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہے اور یہ کہ اس نے علماء کا ہاتھ بٹایا ہے ان چھ تمہیدی مقدمات کے بعد بندہ مختصر طور پر اصلی مقصد بیان کرتا ہے۔ ولنعم ما قیل تمنا مختصری ہے مگر تمہید طولانی۔

ایمان ابی طالب کے دلائل.

یہاں حضرت ابوطالب کے ایمان پر دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اوّل:

حضرت ابوطالب کے کتب تاریخ میں کئی اشعار اور خطبات منقول ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ابوطالب کے دل میں تصدیق بالنبوۃ تھی اور انہوں نے

زبان سے بھی اقرار کیا ہے۔ یہاں نمونہ کے طور پر بعض اشعار اور خطبات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ شعر

ولقد علمت بِاَنَّ دینَ محمد من خیر ادیان البریة دینا

یعنی میں نے یقیناً جان لیا ہے کہ محمد ﷺ کا دین تمام لوگوں کے دین سے افضل ہے۔ شعر

اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا محمداً رسولاً کَمُوْسٰی صَحَّ ذٰلِکَ فِی الْکُتُبْ

یعنی تم سب لوگ جانتے ہو کہ محمد ﷺ اسی طرح رسول ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام ہیں اور یہ بات آسمانی کتابوں سے ثابت ہے۔ شعر

وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ فَذُوْ الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَھٰذَا محمد

یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے اسم محمود سے آنحضرت ﷺ کا نام مشتق فرمایا ہے آنحضرت کی عزت افزائی کے لئے اور یہ شعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی طرف بھی منسوب ہے اور اس صورت میں یہ شعر من قبیل توارد ہوگا۔ اب خطبات کے چند الفاظ ملاحظہ ہوں حضرت ابو طالب نے قریش کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا واللہ لکانی بہ وقد غلب ودانت لہ العرب والعجم فلایسبقنکم الیہ سائر العرب فیکونوااسعدبہ منکم یعنی میں نور فراست سے دیکھ رہا ہوں کہ آنحضرت غالب ہیں اور عرب و عجم ان کا مطیع ہے اے قریش ایسا نہ ہو کہ دوسرے عرب اس سعادت ایمانی میں تم پر سبقت لے جائیں اور وہ زیادہ سعادت حاصل کر لیں یعنی تم قریش آپ کے ساتھ صرف ایمان ہی نہ لاؤ بلکہ اسلام اور ایمان میں سبقت اور پہل کرو۔ ایک اور خطبہ میں ہے۔ یامعشر قریش کونوالہ ولاۃ ولحزبہ حماۃ واللہ لایسلک احد سبیلہ الارشد ولا یأخذ احد بھدیہ الاسعد یعنی اے قریش تم آنحضرت ﷺ کے محب اور آپ سے قریب ہو

جاؤ اور آپ کے گروہ کے مددگار بنو خدا کی قسم جو آپ کا رستہ اختیار کریگا وہ ہدایت پا گیا اور جو آپ کی سیرت پر عمل کریگا وہ نیک بخت ہے ایک اور خطبہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ لن تزالوا بخیر ماسمعتم من محمد وما اتبعتم امرہ فاطیعوہ ترشدوا قریش کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جب تک تم لوگ محمد ﷺ کی بات سنو گے اور آپ کے امر اور حکم کی اتباع کرو گے تم ہمیشہ بھلائی اور نیکی میں رہو گے لہٰذا آپ کی اطاعت کرو راہنمائی پاؤ گے۔ مذکورہ بالا اشعار اور خطبات علامہ برزنجی رحمۃ اللہ علیہ اور سیّد احمد زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسائل میں مستند تواریخ سے نقل فرمائے ہیں اور ان سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابی طالب کو آنحضرت ﷺ کی نبوۃ کی تصدیق قلبی اور اقرار لسانی دونوں حاصل تھے اور وہ ظاہر اور باطن میں مومن تھے۔ مذکورہ بالا دلیل سے حضرت ابوطالب کے اپنے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مومن مصدق مقر تھے۔ اب دوسری دلیل ملاحظہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کا اپنے چچا حضرت ابوطالب کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔

دلیل دوم:

اس دلیل سے یہ امر ثابت کیا جائے گا کہ آنحضرت ﷺ اپنے چچا ابوطالب کو مسلمان اور مومن جانتے تھے دلیل ذکر کرنے سے قبل ایک تفصیل ملاحظہ ہو تا کہ دلیل کے سمجھنے میں آسانی پیدا ہو حضرت عبدالمطلب کے وصال کے بعد مکہ مکرمہ میں سخت قحط پڑا اہل مکہ نے حضرت ابوطالب سے بارش کے لئے دُعا کی التماس کی تو حضرت ابوطالب آنحضرت ﷺ کو لے کر بیت اللہ شریف میں گئے اور آپ کے توسل سے بارش کی دُعا فرمائی تو بڑی زبردست بارش ہوئی یہ واقعہ بعثت سے پہلے کا ہے اور بعد از بعثت قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کو تنگ کیا اور آپکے آزار

اور تکلیف کے درپے ہوئے تو پھر حضرت ابوطالب نے قریش کو آنحضرت ﷺ کا احسان اور برکت جتلائی جو کہ قبل از بعثت صغرسنی میں تھی اور یہ شعر پڑھا۔

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

خلاصہ شعر کا ملاحظہ فرمائیے یہ گورے رخسار والا جس کے طفیل اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کی جاتی ہے اور یہ یتیموں کی جائے پناہ اور بیوگان کا محافظ ہے۔ پھر مدینہ منورہ میں قحط پڑا اور ایک اعرابی نے آنحضرت ﷺ کے پاس آکر بارش کی التجاء کی اور آپ ﷺ نے دُعا فرمائی اور سخت بارش ہوئی اور جب لوگ بارش سے تنگ آگئے اور بارش کی بندش کی التماس کی اور آپ ﷺ کی دُعا سے بارش بند ہوئی اس تفصیل کے بعد دلیل دوم ملاحظہ ہو۔ آپ نے اس موقع پر فرمایا لِلّٰہِ دَرُّ اَبِی طَالِبٍ لَوْ کَانَ حَیًّا لَقَرَّتْ عَیْنَاہُ یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت ابوطالب کو بڑی خیر کثیر عطا فرمائی ہے اگر آج زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ آنحضرت ﷺ کے مذکورہ بالا الفاظ مبارکہ سے ایمان ابی طالب پر دو وجہ سے دلیل ہے۔ اول یہ کہ آپ نے شہادۃ دی کہ حضرت ابوطالب کو اللہ تعالیٰ نے خیر کثیر عطا فرمائی ہے اور جس کی موت کفر پر ہو اس کے لئے خیر کثیر کا اثبات نہیں کیا جاتا اور کافر کے متعلق پیغمبر ﷺ ایسے الفاظ نہیں استعمال فرما سکتے حضرت ابوطالب کو اللہ تعالیٰ نے یہی خیر کثر عطا فرمائی کہ جب تک زندہ رہے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب کی زبردست اعانت فرمائی اور اس کی وجہ سے قریش نے آپ سے ترک موالات کی اور آپ کو مکہ شریف سے نکل کر تین سال شعب ابی طالب میں گزارنے پڑے اور جب مرے تو خاتمہ ایمان پر ہوا۔ دوم آپ نے اس موقع پر فرمایا اگر حضرت ابوطالب آج زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور وہ

خوش ہوتے آنحضرت ﷺ کا مدینہ شریف میں بارش اور اس کی بندش کے لئے دُعا مانگنا اور پھر دُعا کا قبول ہونا یہ آنحضرت ﷺ کا معجزہ ہے اور پیغمبر علیہ السلام کے معجزہ پر مومن ہی خوش ہوسکتا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ حضرت ابوطالب کو مومن جانتے تھے۔

دلیل سوئم:

ابن سعد نے طبقات میں اسناد صحیح کے ساتھ اور ابن عساکر ہر دو نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل فرمائی انه سال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم ماترجوالابی طالب قال کل الخیر ارجو من ربی یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ ابی طالب کے متعلق آپ کو کیا امید ہے تو فرمایا میں اپنے رب سے ابوطالب کے متعلق مکمل خیر کی امید رکھتا ہوں۔ مذکورہ بالا حدیث میں لفظ کُلَّ الْخَیْرِ اَرْجُوْا مِنْ رَّبِّی ایمانِ ابی طالب پر دو وجہ سے دلیل ہے، اول مکمل خیر کی امید مومن کے لئے ہی ہوتی ہے معلوم ہوا کہ حضرت ابوطالب آنحضرت ﷺ کے نزدیک مومن تھے۔ دوم مکمل خیر دخول الجنۃ ہے اور دخول جنت مومن کے ساتھ خاص ہے جس کی موت کفر پر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے ان اللّٰه لا یغفران یشرك به الآیة یعنی اللہ تعالیٰ کافر کی ہرگز بخشش نہیں کریگا تو معلوم ہوا کہ ابوطالب جنت میں داخل ہونگے۔ (ازالۂ وہم) بعض لوگ اس دلیل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ابوطالب کے عذاب میں آنحضرت ﷺ کی وجہ سے تخفیف ہوئی ہے جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے تو یہ جواب مردود کیونکہ عذاب شر ہے اس میں کوئی خیر نہیں ہے چہ جائیکہ کامل خیر ہو۔

دلیل چہارم:

مسلم شریف میں ہے عن عبداللہ بن حارث قال سمعت العباس یقول قلت یا رسول اللہ ان اباطالب کان یحوطك وینصرك ویغضب لك فهل نفعه ذالك قال نعم وجدته فی غمرات من النار فاخرجته الی ضحضاح خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ ابوطالب آپ کی رعایت اور مدد کرتا تھا اور آپ کے لئے لوگوں پر ناراض ہوتا تھا کیا اس بات نے اس کو نفع دیا۔ آپ نے فرمایا ہاں نفع دیا ہے میں نے اس کو بلند آگ میں پایا پس میں نے اس کو نہایت پتلی اور ہلکی آگ کی طرف نکالا۔ مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے عن عباس ابن عبدالمطلب انه قال یا رسول اللہ هل نفعت اباطالب بشئی فانه کان یحوطك ویغضب لك قال صلی اللہ علیه وآلہ وسلم نعم هو فی ضحضاح من نار ولو لا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار اس حدیث اور پہلی حدیث کا ترجمہ تقریباً ایک جیسا ہے فرق صرف یہ ہے کہ دوسری حدیث میں یہ ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ابوطالب کو کوئی نفع دیا ہے آپ نے فرمایا میں نے نفع دیا ہے وہ پتلی آگ میں ہے اگر میری سفارش نہ ہوتی تو دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہوتا ہر دو حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی برکت اور سفارش سے حضرت ابوطالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی ہے حالانکہ قرآن پاک میں کفار کے متعلق وارد ہے لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ یعنی نہ تو کافروں کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی یہ آیت یا حدیث مبارکہ سب کفار کے لئے ہے کسی کافر کی تخصیص نہیں ہے اور حنفی اصول کے مطابق ابتداء وہ مخصص ہوتا ہے کہ قرآن کی آیت یا حدیث متواتر ہو اور مذکورہ بالا دو حدیث

متواتر نہیں ہیں تو اگر حضرت ابوطالب کا خاتمہ کفر پر ہوتا تو ان کے عذاب میں کبھی تخفیف نہ ہوتی چونکہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوئی ہے لہٰذا وہ مومن ہیں۔
ان ہر دو حدیث کا بعض لوگ جواب دیتے ہیں یہ جواب اور اس کا رد دلیل پنجم کے بعد دیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

دلیل پنجم:

مسلم شریف میں ہے عن ابی سعید الخدری ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم ذکر عندہ عمه ابوطالب فقال لعله تنفعه شفاعتی یوم القیامة فیجعل فی ضحضاح من النار فیبلغ کعبیه یغلی منه دماغه خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک آپ کے چچا حضرت ابوطالب کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ امید ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت ان کو نفع دے گی اور پتلی آگ میں داخل کیا جائے گا جو ٹخنوں تک ہوگی اور اس کا دماغ اس آگ سے جوش کرے گا۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ قیامت میں حضرت ابوطالب کی شفاعت کرینگے اور یہ شفاعت حضرت ابوطالب کو نفع دے گی حالانکہ قرآن پاک میں ہے فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ یعنی کفار کو شفاعت کنندگان کی شفاعت نفع نہ دے گی یہاں کفار اور شفاعت کنندگان ہر دو میں تعمیم ہے یعنی کسی کافر کو کسی شافع کی شفاعت نفع نہ دے گی اور حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابوطالب کو آنحضرت ﷺ کی شفاعت نفع دے گی تو اگر حضرت ابوطالب کی موت کفر پر ہے تو پھر شفاعت نفع نہ دے گی اور جبکہ شفاعت نفع دے گی تو معلوم ہوا کہ ابوطالب مومن ہیں یہاں دلیل چہارم اور پنجم پر منکرین ایمان حضرت ابوطالب دو اعتراض کرتے ہیں یا یوں کہیے کہ ان دلیلوں کے دو جواب دیتے ہیں۔

جواب اوّل:

آنحضرت ﷺ کی شفاعت کے کئی اقسام ہیں اور ان اقسام سے ایک قسم یہ ہے کہ آپ کی شفاعت سے کافر کے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے اور تخفیف کی یہ شفاعت بعض کفار کو نفع دے سکتی ہے لہٰذا ابوطالب کی تخفیف اور نفع شفاعت آیات کے منافی نہیں ہے اور یہ شفاعت آپ کا خاصہ ہے۔ یہ جواب کئی وجوہ سے درست نہیں ہے۔

وجہ اوّل:

قبل ازیں گزر چکا ہے کہ احناف کے نزدیک عمومات قرآنی قطعیت کا فائدہ دیتی ہے اور عمومات کے لئے ضروری ہے کہ ان کا ابتدائی مخصص قطعی ہو یعنی قرآن کی آیت یا حدیث متواتر تو جس مخصوص شفاعت کا ذکر کیا گیا ہے یہ کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ شفاعت عمومات قرآنی کی تخصیص نہیں کر سکتی عمومات قرآنی کا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے یعنی قولہ تعالی لا یخفف عنهم العذاب الایته اور فما تنفعهم شفاعة الشافعين

وجہ دوم:

یہ مخصوص شفاعت دلیل چہارم اور پنجم میں مذکور ہر دو احادیث سے اخذ کی گئی ہے یعنی آنحضرت ﷺ کی برکت اور شفاعت سے حضرت ابوطالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی تو جو علماء حضرت ابوطالب کے ایمان کے قائل نہیں ہیں ان پر اعتراض وارد ہوا کہ نص قطعی سے ثابت ہے کہ کفار کے عذاب میں نہ تخفیف ہوگی اور نہ ان کو کسی کی شفاعت نفع دے گی اور تم لوگ حضرت ابوطالب کے کفر کے قائل ہو تو پھر کافر کو یہ تخفیف کیوں ہوئی اور ان کو شفاعت نے کیوں نفع دیا تو

ان علماء نے اس مخصوص شفاعت کا سہارا لیا کہ آنحضرت ﷺ کے لئے ایک خاص شفاعت ہے کہ کافر کو بھی نفع دے سکتی ہے خلاصہ یہ کہ یہ قسم شفاعت کفر ابی طالب پر مبنی ہے اور اس شفاعت کو ان ہر دو احادیث سے اس بناء پر اخذ کیا گیا کہ حضرت ابوطالب کافر تھے تو جب ہم نے حضرت ابوطالب کا ایمان ثابت کر دیا تو اس شفاعت کا مبنی فاسد ٹھہرا۔

لہٰذا شفاعت والا جواب نہایت کمزور ٹھہرا اور ہر دو احادیث سے اس شفاعت کا اخذ بھی باطل ہوا کیونکہ ان ہر دو احادیث سے تو حضرت ابوطالب کا ایمان ثابت ہوا، تاکہ یہ احادیث قرآن کے معارض نہ ہوں تو ان احادیث سے یہ شفاعت خاصہ ثابت نہ ہوئی۔ قبل ازیں ذکر کیا گیا ہے کہ منکرین ایمان ابوطالب ہر دو حدیث مذکور بالا کے دو جواب دیتے ہیں۔ یہاں تک ایک جواب اور اس کا دو درجہ سے رد کیا گیا اب منکرین کا دوسرا جواب ملاحظہ ہو۔

جواب دوم:

جس طرح ابوطالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی ہے اسی طرح ابولہب کے عذاب میں بھی تخفیف ہوئی اور اس تخفیف کا ذکر بھی کتب احادیث میں ہے تو حضرت ابوطالب کی تخفیف عذاب سے اگر ان کا مومن ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر ابولہب کی تخفیف سے اس کا مومن ہونا ثابت ہوجائے گا کیونکہ نص قرآنی کے مطابق کافر کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوسکتی حالانکہ ابولہب کے ایمان کا تو کوئی قائل نہیں ہے تو یہ جواب بھی چند وجوہ سے مردود ہے۔

وجہ اوّل:

ابولہب کو کسی نے خواب میں دیکھا اور اس سے دریافت کیا تو ابولہب نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی آزاد کی تھی

جس کی وجہ سے مجھے انگلی سے پانی ملتا ہے۔ برخلاف حضرت ابوطالب کے کہ ان کے متعلق خود آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ میری شفاعت ابوطالب کو نفع دے گی اور وہ پتلی آگ میں ڈالا جائے گا۔

وجہ دوم:

ابولہب کا واقعہ خواب کا ہے جو کسی کو آئی تھی اور خواب حجت اور دلیل نہیں ہے برخلاف حضرت ابوطالب کے کہ آپ کی تخفیف عذاب فرمانِ نبوی سے ثابت ہے اور یہ کوئی خواب کا واقعہ نہیں ہے۔

وجہ سوم:

جس آدمی نے ابولہب کو خواب میں دیکھا تھا وہ اس وقت مسلمان نہیں تھا لہٰذا اس کی بات قابل اعتماد نہیں ہے۔

وجہ چہارم:

حضرت ابوطالب کے ایمان پر دلائل گزر چکے ہیں کہ ان کے دل میں تصدیق تھی اور زبان سے اقرار کیا اور آنحضرت ﷺ کی تمام عمر عزت کی، دشمن کے شر سے آپ ﷺ کو بچایا لہٰذا ابوطالب کے ایمان کا اقرار کرنا ہوگا برخلاف ابولہب کے کہ اس نے ساری عمر آنحضرت ﷺ کو تکلیف دی ہے اور آپ کے حق میں گستاخیاں کیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ابولہب نے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے یہ گستاخانہ الفاظ کہے تَبًّا لَّکَ یعنی تیرے لئے ہلاکت ہے العیاذ باللہ اس گستاخی سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کو اتنا غصہ آیا کہ ابولہب کی مذمت میں پوری ایک سورت قرآن پاک میں نازل فرمائی جب حضرت ابوطالب سے

کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ کی وجہ سے ترک موالات کیا اور ابوطالب کو آنحضرت ﷺ کی جان کا خطرہ پیدا ہوا تو ابوطالب مکہ چھوڑ کر باہر شعب ابی طالب میں چلے گئے تو تمام بنو ہاشم نے حضرت ابوطالب کا ساتھ دیا خواہ وہ مسلمان تھے یا کافر لیکن ابولہب جو کہ حضرت ابوطالب کا بھائی تھا یہ ابوطالب کے ساتھ نہیں گیا تھا اور کفار مکہ کا ساتھ دیا کیونکہ ان کی بیوی ابوسفیان کی بہن تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوطالب اور ابولہب میں زمین آسمان سے زیادہ فرق ہے تو صرف خواب کی بناء پر ابولہب کو مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔ یہاں تک بندہ نے حضرت ابوطالب کے ایمان پر پانچ دلائل ذکر کئے ہیں اور منکرین ایمان ابوطالب نے چونکہ بعض دلائل کے جواب دیئے ان جوابات کو ذکر کر کے ان کا رد کیا گیا ہے۔ اب دلیل ششم ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل ششم:

ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں حدیث شریف ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا شفاعتی لاھل الکبائر من امتی یعنی میری امت سے جنہوں نے کبائر کا ارتکاب کیا ہے میں ان کی شفاعت کروں گا۔ یہ امر مسلم ہے کہ ان اہل کبائر سے مراد مسلمان اور مومن ہیں کیونکہ کافر کے لئے شفاعت نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے اور چونکہ حدیث سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابوطالب کے لئے شفاعت ہوگی اور شفاعت ان کو نفع بھی دے گی لہذا حضرت ابوطالب بھی مذکورہ بالا حدیث میں داخل ہیں اور مسلمان ہیں۔

دلیل ہفتم:

محدث ابن اسحٰق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث نقل فرمائی

ہے۔عن ابن عباس ان اباطالب لما تقارب منه الموت بعد ان عرض علیه النبی صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم ان یقول لا اله اللّٰه فابیٰ قال فنظر العباس الیه وهو یحرك شفتیة فاصغی الیه فقال یاابن اخی واللّٰه لقد قال اخی الکلمة التی امرته ان یقولها خلاصہ حدیث یہ ہے کہ حضرت ابوطالب قریب المرگ ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کوفرمایا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھوتو ابوطالب نے انکار کیا اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ابوطالب اپنے ہونٹوں کو حرکت دے رہے ہیں تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا کان ابوطالب کی طرف جھکایا اور آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کی کہ جس کلمہ طیبہ کا آپ نے ابوطالب کو حکم فرمایا تھا وہ کلمہ میرے بھائی (حضرت ابوطالب) نے پڑھ لیا ہے۔تو اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ اگر چہ ایک دفعہ کلمہ پڑھنے سے انکار کیا لیکن اس کے بعد قبل از مرگ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا تو ان کی موت ایمان پر ہوئی۔منکرین ایمان ابوطالب اس حدیث کے کئی جواب دیتے ہیں۔

جواب اوّل:

اس حدیث کے راوی حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ اس وقت مسلمان نہیں تھے لہٰذا یہ حدیث قابل حجۃ نہیں ہے۔یہ جواب چند وجوہ سے مردود ہے۔

وجہ اوّل:

یہ درست ہے کہ حضرت ابوطالب کی موت کے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن ہمارا استدلال محض حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے نہیں ہے بلکہ ہمارا استدلال اس طرح ہے کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو ابوطالب کے کلمہ پڑھنے کے متعلق عرض کی تو

آنحضرت ﷺ خاموش رہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیان کی تقریر فرمائی تو گویا آنحضرت ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بات کو درست تسلیم کیا تو بندہ کا استدلال اس تقریر سے ہے کیونکہ اصول حدیث میں تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث کی تین قسم ہیں۔ (۱) قول، (۲) فعل، (۳) تقریر اور تقریر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کسی فعل کا مشاہدہ فرمادیں یا کوئی بات سنیں اور سکوت فرمادیں تو یہ سکوت دلیل ہے کہ وہ فعل اور قول درست اور صحیح ہے۔

وجہ دوم:

مذکورہ بالا حدیث کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور اپنے والد سے روایت کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث اپنے والد سے بعداز اسلام حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔ یہاں تک منکرین ایمان ابوطالب کے جواب اول کا رد ہے اب ان کا جواب دوم ملاحظہ فرمادیں۔

جواب دوم:

مسلم شریف میں ایک حدیث ہے لما حضرت اباطالب الوفاۃ جاءہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم فوجد عندہ اباجهل وعبداللّٰہ بن امیة بن المغیرة فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم یا عم قل لا اله الا اللّٰہ کلمة اشهد لك بها عند الله فقال ابوجهل وعبدالله بن امیة یا اباطالب اترغب عن ملة عبدالمطلب فلم یزل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم یعرضها علیه ویعید له تلك المقالة حتی قال ابوطالب آخر ما کلمهم هو علی ملة عبدالمطلب وابی ان یقول لا اله الا اللّٰہ الحدیث خلاصہ حدیث شریف یہ ہے کہ جب ابوطالب کی موت کا وقت آیا تو آنحضرت ﷺ ان کے

پاس آئے تو ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ بھی ابوطالب کے پاس بیٹھے تھے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے چچا لا الہ الا اللہ پڑھو، تا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میں تمہارے کلمہ کی گواہی دوں گا تو ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے ابوطالب کو کہا کہ تو حضرت عبدالمطلب کے دین سے پھرتا ہے تو آنحضرت ﷺ ابوطالب پر بار بار کلمہ طیبہ پیش کرتے رہے تو حضرت ابوطالب نے ابوجہل وغیرہ سے جو آخری کلام کی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور کلمہ طیبہ پڑھنے سے انکار کیا۔ منکرین ایمان ابوطالب کہتے ہیں کہ حدیث ابن اسحٰق سے ابوطالب کا ایمان ثابت ہوتا ہے اور حدیث مسلم شریف سے ان کا کفر ثابت ہوتا ہے تو ہر دو حدیث میں تعارض ہے تو چونکہ مسلم شریف کی حدیث اصح ہے لہٰذا اس کو ترجیح ہوگی۔ یہ جواب کئی وجہ سے مردود ہے۔

وجہ اوّل:

حدیث ابن اسحٰق اور حدیث مسلم شریف میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ مسلم شریف میں یہ الفاظ ہیں آخر ما کلمهم هو یعنی ابوجہل وغیرہ کے ساتھ ابوطالب کی آخری کلام یہ تھی اور حدیث ابن اسحٰق کے یہ الفاظ ہیں۔ بعد ان عرض النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم ان یقول لا اله الا اللہ فابی الحدیث یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو ابوطالب سے کلمہ طیبہ سنا تو یہ ابوجہل وغیرہ سے کلام کرنے کے بعد کا واقعہ ہے تو انکار ابوطالب پہلے ہے اور کلمہ طیبہ بعد میں تو زمانہ کا اختلاف ہے لہٰذا کوئی تعارض نہیں ہے تعارض تب ہوتا کہ مسلم شریف کے یہ لفظ ہوتے قال ابوطالب آخر کلامه یعنی ابوطالب کی آخری کلام یہ تھی حالانکہ الفاظ اس طرح نہیں ہیں۔ منکرین پر حیرت ہوتی ہے کہ مسلم شریف کے واضح الفاظ کے

باوجود اسے متعارض قرار دیا۔

وجہ دوم:

منکرین ایمان ابوطالب نے حدیث مسلم کو اصح کہا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک حدیث ابن اسحٰق صحیح ہے تو اب منکرین کے نزدیک صحیح اور اصح میں تعارض ہے تو بندہ کہتا ہے کہ یہاں ایمان ابوطالب میں صحیح کو ترجیح ہے۔ کیونکہ بندہ قبل ازیں مقدمہ میں ذکر آیا ہے کہ الاسلام یعلوا ولا یعلی یعنی ایمان اور کفر کے دلائل میں تعارض ہو تو اسلام کو ترجیح ہے اگرچہ اسلام کے دلائل کمزور ہی کیوں نہ ہوں جیسا کہ فقہاء کا قاعدہ ہے۔

وجہ سوئم:

منکرین ایمان ابوطالب نے حدیث مسلم شریف کو اصح کہا ہے کہ یہ صحیحین کی حدیث ہے اور ابن اسحٰق کی حدیث صحیحین کی حدیث نہیں ہے تو بندہ اس کو تسلیم نہیں کرتا کہ حدیث مسلم اس لئے اصح ہے اور اس کو ترجیح اس وجہ سے ہے کہ یہ حدیث مسلم شریف میں ہے دیکھئے مسلم شریف میں ایک حدیث ہے جس سے آنحضرت ﷺ کے والد ماجد کا کافر ہونا ثابت ہوتا ہے حالانکہ محققین کے نزدیک ترجیح ان احادیث کو حاصل ہے جن سے آپ کے والدین کریمین کا مسلمان ہونا ثابت ہے حالانکہ ایمان کی احادیث صحیحین میں نہیں ہے اسی طرح حضرت ابوطالب کے ایمان کی حدیث اگرچہ صحیحین میں نہیں ہے لہٰذا اس کو ترجیح ہوگی۔

وجہ چہارم:

حدیث شریف میں تصریح ہے کہ حضرت ابوطالب نے موت کے وقت فرمایا کہ میں عبدالمطلب کی ملت پر ہوں اور لا الہ الا اللہ سے انکار کیا ہے اب

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محققین اہل سنت کے نزدیک حضرت عبدالمطلب موحد تھے تو عبدالمطلب کی ملت پر ہونا توحید کا اقرار ہے اور پھر لا الہ الا اللہ بھی تو کلمہ توحید ہے حالانکہ اس کلمہ سے انکار کیا ہے تو گویا توحید کا اقرار بھی ہے اور انکار بھی اور یہ صریح تعارض ہے تو اس تعارض کا جواب یہی ہوگا کہ ملت عبدالمطلب یہ توحید اجمالی ہے اور لا الہ الا اللہ یہ توحید تفصیلی ہے تو توحید اجمالی کا اقرار کیا ہے اور توحید تفصیلی سے انکار تو حضرت ابوطالب توحید اجمالی کے لحاظ سے موحد اور مسلمان ہوئے کیونکہ علم کلام میں تصریح ہے کہ ایمان اجمالی مومن ہونے کے لئے کافی ہے اور توحید تفصیلی سے انکار ابوطالب کے ایمان کے منافی نہیں ہے لہٰذا حضرت ابوطالب مکرہ تھے اگر اس وقت صراحۃً اپنے ایمان کا اقرار کرتے تو ان کو اپنی جان اور آنحضرت ﷺ کی جان کا خطرہ تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ کفار قریش اپنے ہم مذہب کا بڑا لحاظ کرتے تھے اگرچہ وہ معمولی آدمی ہوتا تھا چہ جائیکہ وہ آدمی بڑے رتبہ والا ہو اور جو آدمی مسلمان ہو جاتا تھا تو اس کی جان کے دشمن ہو جاتے تھے تو حضرت ابوطالب قریش سے ایسی کلام فرماتے تھے کہ قریش یہ وہم کرتے تھے کہ ابوطالب ہمارے مذہب سے ہیں اور اس وجہ سے قریش قتل جیسے اقدام سے اجتناب کرتے تھے۔ چنانچہ کتب حدیث میں موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابوطالب کی موت کے بعد فرماتے تھے کہ حضرت ابوطالب کی موت کے بعد قریش نے مجھے ایسی ایذا دی کہ ابوطالب کی زندگی میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں وکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لمامات ابوطالب نالت قریش منی الاذی مالم تکن تطمع فیہ فی حیاۃ ابی طالب یعنی آنحضرت ﷺ حضرت ابوطالب کی موت کے بعد فرماتے تھے کہ قریش نے مجھے ایسی ایذاء اور تکلیف دی ہے کہ حضرت ابوطالب کی

زندگی میں ایسی ایذاء کا خیال بھی نہ کرتے تھے زیادہ سے زیادہ کفار قریش نے حضرت ابوطالب کو یہ پیشکش کی کہ آپ ہم سے دگنا خون بہا لے لیں اور آنحضرت ﷺ کو قریش کے سپرد کردیں کہ وہ آپ کو قتل کردیں لیکن حضرت ابوطالب اور دوسرے بنو ہاشم نے اس پیشکش کو ٹھکرادیا اور مکہ مکرمہ چھوڑ کر شعب ابی طالب میں چلے گئے۔ خلاصہ وجہ چہارم یہ ہے کہ اگر ابوطالب اعلانیہ اپنے ایمان کا اظہار فرماتے تو ان کو اپنی اور اپنی اولاد اور آنحضرت ﷺ کی جان کو خطرہ تھا اس لئے کفار قریش کے سامنے گاہے (کبھی) ایسے الفاظ استعمال فرماتے تھے جن میں ایمان و کفر دونوں کا احتمال ہوتا تھا اور گاہے زبان پر صریح کفر بھی جاری کرتے تھے لیکن دل ایمان سے معمور ہوتا تھا۔ بندہ اس مقام پر حضرت ابوطالب کے ایمان پر دلائل نقل کر رہا ہے اور منکرین ایمان ابی طالب نے ان دلائل کے جو جواب دیئے ہیں ان کا ساتھ ساتھ رد بھی کر رہا ہے یہاں تک ایمان ابوطالب پر سات دلائل آچکے ہیں اب دلیل ہشتم ملاحظہ فرماویں۔

دلیل ہشتم:

صحیح مسلم شریف میں ہے عن ابن عباس ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قال ان اھون اھل النار عذابا ابوطالب الخ دلیل کی تقریر سے قبل ایک مقدمہ ملاحظہ ہو لفظ نار کا اطلاق گرم دوزخ کے تمام طبقات پر ہوتا ہے اور اہل نار دو قسم ہیں۔ قسم اول مومن عاصی مرتکب الکبیرۃ قسم دوم جس کی موت کفر پر ہے اور چونکہ کفر اکبر کبائر سے ہے لہٰذا اس کا عذاب دوسرے تمام کبائر سے شدید اور سخت ہوگا اور یہی عدل کا مقتضٰی ہے۔ کفر کو اللہ ہرگز معاف نہیں کرے گا اس کے سوا جملہ کبائر میں امید معافی ہے اور اگر کسی کافر کو مسلمان سے کم عذاب ہو تو یہ منافی

عدل ہے اس تمہیدی مقدمہ کے بعد دلیل کی تقریر ملاحظہ ہو کہ اہل نار خواہ کافر ہیں یا مومن حضرت ابوطالب کو ان سب سے نرم عذاب ہوگا اب اگر حضرت ابوطالب کے ایمان سے انکار کیا جائے تو لازم آئے گا کافر کو مومن سے نرم عذاب ہو اور یہ خلاف عدل اور خلاف اجماع ہے البتہ اگر حضرت ابوطالب مومن اور مسلمان ہوں اور ان کا عذاب کفار اور عاصی مومن سے نرم ہو تو کوئی خرابی نہیں ہے کیونکہ مومن کا عذاب کافر سے نرم ہونا بالکل عدل ہے منکرین ایمان ابوطالب اس دلیل کا جواب دیتے ہیں ان کا جواب ملاحظہ ہو۔ حدیث شریف میں یہ ہے کہ حضرت ابوطالب کا عذاب تمام اہل النار کے عذاب سے نرم ہوگا اور اہل نار کا اطلاق کفار پر آتا ہے مومن عاصی پر اہل النار کا اطلاق نہیں آتا تو حدیث شریف سے صرف یہ ثابت ہوا کہ تمام کفار سے ابوطالب کا عذاب نرم ہوگا اب اگر ابوطالب مومن نہ ہو تو صرف یہ لازم آئے گا کہ ایک کافر کا عذاب دوسرے کفار کے عذاب سے نرم ہو اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔ خرابی تب لازم آتی کہ ایک کافر کا عذاب مومن عاصی کے عذاب سے نرم ہو یہ جواب ایک نہایت مقتدر اور معزز شخصیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اب اس جواب کا رد ملاحظہ ہو۔ جواب کی مدار اس امر پر تھی کہ لفظ اہل النار کا اطلاق کفار کے ساتھ مختص ہے اور یہ درست نہیں، کتنی ہی احادیث ہیں جن میں اہل النار کا اطلاق مومن عاصی پر کیا گیا ہے۔ احادیث ملاحظہ ہوں۔

حدیث اوّل:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا دخل اھل الجنة الجنة و اھل النار النار یقول اللہ تعالیٰ من کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من ایمان فاخرجوہ فیخرجون الحدیث یعنی اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں

گے اور اہل نار آگ میں داخل ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہر وہ جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے تو اس کو نکالو پس وہ نکالیں جائیں گے اور وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہونگے الخ جو لوگ نکالے جائینگے یہ اہل نار سے ہیں اور مومن ہیں اور ان پر اہل نار کا اطلاق ہے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی ہے یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ کافر کبھی دوزخ سے نکالا نہیں جائے گا اور کافر ہمیشہ دوزخ میں رہے گا البتہ مومن دوزخ سے نکالا جائے گا اور کوئی مومن ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔

حدیث دوم:

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان الناس قالو ا یارسول الله هل نری ربنا یوم القیامة (الی ان قال) ویبقی رجل بین الجنة والنار وهو آخر اهل النار دخولا الجنة الحدیث یعنی ایک آدمی جنت اور دوزخ کے درمیان رہ جائے گا اور جتنے اہل نار جنت میں داخل ہونگے یہ آدمی اہل نار سے ہوگا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔ اب یہ آدمی مومن ہوگا اور اس پر اہل النار کا اطلاق ہے اور یہ واضح ہے بلکہ جتنے مومن دوزخ سے نکالے جائینگے وہ جنت میں داخل ہونگے سب پر اہل نار کا اطلاق اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں آخر اهل النار دخولاً الجنة یعنی یہ آدمی اہل نار سے ہوگا آخر میں جنت میں داخل ہوگا معلوم ہوا بعض اہل نار پہلے جنت میں داخل ہونگے اور بعض درمیان میں اور بعض آخر میں، اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جو آدمی دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا وہ مومن اور مسلمان ہوگا یہ حدیث صحیح بخاری اور مسلم کی ہے۔

حدیث سوئم:

قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم انی لاعلم آخر اهل النار

خروجاً منها وآخر اهل الجنة دخولاً رجل یخرج من النار الحدیث یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اس اہل نار کو جانتا ہوں جو آخر میں آگ سے نکلے گا اور یہ آدمی اہل جنت سے بھی ہے کہ آخر میں جنت میں داخل ہوگا اب یہ آدمی جس کو سرکارِ دو عالم ﷺ جانتے ہیں اس پر اہل نار اور اہل جنت ہر دو کا اطلاق آیا ہے اور یہ مومن ہے اور یہ حدیث بھی بخاری اور مسلم کی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی احادیث ہیں جن میں مومن پر اہل النار کا اطلاق آیا ہے یہاں صرف ان تین احادیث پر اکتفاء کیا جاتا ہے بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا ہے کہ یہ کہنا کہ اہل النار کا اطلاق کفار کے ساتھ مختص ہے یہ قول ایک نہایت مقتدر عالم دین کی طرف منسوب ہے اور چونکہ بندہ نے احادیث سے ثابت کیا ہے کہ اہل النار کا اطلاق مومن عاصی پر بھی آتا ہے تو یہ قول اس مقتدر عالم دین کا نہیں ہے اور اس کی طرف یہ نسبت غلط ہے۔

دلیل نہم:

قرآن پاک میں ہے واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئاً ولا یقبل منہا شفاعۃ الایۃ یعنی اس دن سے ڈرو جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو سکے گی اور قبول نہ ہو اس کی طرف سے سفارش اور کچھ لے کر اس کی جان چھوڑی جائے اور نہ ان کی مدد ہو۔

اس آیہ مبارکہ میں لفظ نفس اور شیئا ہر دو نکرہ تحت النفی ہیں اور یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ نہ مومن کے لئے سفارش اور شفاعت ہوگی اور نہ کافر کے لئے اور فرقہ معتزلہ نے اسی آیت سے نفی شفاعت پر استدلال کیا ہے اور اہل سنت نے اس کا جواب دیا ہے کہ چونکہ احادیث متواترہ سے مومنوں کے لئے شفاعت ثابت ہے لہٰذا یہ آیت کفار کے ساتھ مختص ہے یعنی کسی کافر کی طرف سے

شفاعت قبول نہ ہوگی۔ اب بندہ کا استدلال یہ ہے کہ ماقبل حدیث مسلم شریف میں ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت ابوطالب کے حق میں آنحضرت ﷺ کی شفاعت مقبول ہے اب اگر حضرت ابوطالب کو کافر کہا جائے تو پھر آیۃ مذکورہ بالا کے تحت نہ مسلمان داخل ہوگا اور نہ کافر یعنی مومن اور کافر ہر ایک کے حق میں شفاعت مقبول ہے تو آیت میں کوئی فرد بھی داخل نہ ہوا اور آیت کا مضمون مطابق واقعہ نہ ہوا اور نعوذ باللہ آیت کا مضمون مہمل ہوا۔ البتہ اگر حضرت ابوطالب کو مسلمان کہا جائے تو پھر آیت مبارکہ تمام کفار کے ساتھ مخصوص ہوگی بندہ یہاں اس کی ایک نظیر پیش کرتا ہے تاکہ استدلال واضح ہو جائے قرآن پاک میں ہے لا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی جس ذبیحہ پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا جائے اس کو نہ کھاؤ۔ اب اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرنا دو قسم ہے۔

قسم اول:

عمداً اور جان بوجھ کر ذکر نہ کرنا۔

قسم دوم:

نسیاناً اور بھول سے ذکر نہ کرنا۔ اگر بھول کر ذکر نہ کیا جائے اس پر اجماع ہے کہ ذبیحہ حلال ہے اور اگر جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے تو احناف کے نزدیک حرام ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ ذبیحہ بھی حلال ہے تو احناف نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا رد کیا ہے کہ آیۃ مبارکہ مذکورہ بالا میں جو اللہ تعالیٰ کا نام نہ ذکر کرنا بیان کیا گیا ہے اس کے دو قسم ہیں جان بوجھ کر ذکر نہ کرنا دوم بھول کر ذکر نہ کرنا دوسری قسم میں تو اجماع ہے کہ ذبیحہ حلال ہے اب اگر پہلی قسم میں بھی ذبیحہ حلال ہو تو آیۃ شریفہ مہمل ہو جائے گی اور اس کے تحت کوئی قسم بھی

باقی نہ رہے گی لہٰذا پہلے قسم میں ذبیحہ حرام ہے اور اس کو نہ کھایا جائے گا بعینہ اسی طرح بندہ نے استدلال میں جو آیۃ ذکر کی ہے جس میں مومن اور کافر ہر ایک کی شفاعت کی نفی ہے اب اہل سنت کے نزدیک مومن کے حق میں شفاعت مقبول ہے اور آیۃ کفار کے ساتھ مخصوص ہے اب اگر کافر کے لیے بھی شفاعت مقبول ہو تو آیۃ کے تحت کوئی قسم بھی داخل نہ رہے گی لہٰذا کسی کافر کے حق میں شفاعت قبول نہیں اور چونکہ حضرت ابو طالب کے حق میں شفاعت مقبول ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ کافر نہ تھے بلکہ مسلمان تھے۔

دلیل دہم:

قرآن پاک میں ہے (انك لا تهدى من احببت الآية) علامہ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ اکثر اخبار سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیۃ حضرت ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی ہے اور نیز اس آیۃ کریمہ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو طالب کو محبوب جانتے تھے اب حضرت ابو طالب کو سب کرنا (برا بھلا کہنا) علویوں کی دل آزاری ہے بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے آنحضرت ﷺ کو ایذا ہو لہٰذا حضرت ابو طالب کے معاملہ میں احتیاط لازم ہے عبارت ملاحظہ ہو ثم انه على القول بعدم اسلامه لاينبغي سبه والتكلم فيه بفضول الكلام فان ذالك مما يتا ذى به العلويون بل لا يبعدان يكون مما يتا ذى به النبى عليه الصلوٰة والسلام للذى نطقت الآية بناء على هذا الروايات بحبه اياه والاحتياط لا يخفى على ذى فهم خلاصہ عبارت یہ ہے کہ آیۃ مذکورہ بالا سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو طالب کو آنحضرت ﷺ محبوب جانتے تھے کیونکہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیۃ حضرت ابو طالب کے حق میں

نازل ہوئی ہے اور حضرت ابوطالب کا اسلام اختلافی ہے اور حضرت ابوطالب کو مسلمان اور مومن کہنے میں کسی کی دل آزاری نہیں ہے البتہ اس قول پر کہ وہ مسلمان نہیں ہیں حضرت ابوطالب کو سب اور دشنام ہے تمام علویوں کی دل آزاری ہے اور چونکہ حضرت ابوطالب آنحضرت ﷺ کے محبوب ہیں اس لئے ان کو سب اور دشنام کرنے سے آنحضرت ﷺ کی ایذاء کا بھی احتمال ہے لہٰذا سب اور دشنام سے احتیاط لازم ہے علامہ صاحب روح المعانی نے علویوں کی دل آزاری کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ حدیث شریف میں ہے (لا تؤذوا الاحیاء بسبب الاموات) اور چونکہ کفر بہت بڑی سب اور دشنام ہے لہٰذا اس سے ہر زمانہ کے علویوں کی دل آزاری ہے اور یہ ممنوع ہے اور روح المعانی نے آنحضرت ﷺ کی ایذاء کا احتمال اس لئے ذکر کیا ہے کہ قرآن پاک میں ہے والذین یؤذون رسول اللّٰہ لھم عذاب الیم اور ان الذین یؤذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والآخرۃ الآیۃ یعنی آنحضرت ﷺ کی ایذاء پر وعید شدید ہے اس لئے جہاں ایذاء کا احتمال بھی ہو تو سمجھدار آدمی وہاں بھی احتیاط سے کام لے گا۔ البتہ حضرت ابوطالب کے متعلق یہ کہنا کہ وہ مومن اور مسلمان تھے نہ تو اس میں علویوں کی دل آزاری ہے اور نہ ہی آنحضرت ﷺ کی ایذاء کا احتمال ہے بلکہ اس میں ہر دو کی خوشنودی یا خوشنودی کا احتمال ہے جو امر مستحسن ہے اس دلیل دہم کی زیادہ وضاحت بھی کی جاسکتی تھی لیکن مجادلین کا خوف مانع ہے۔

دلیل یازدہم:

جس طرح آنحضرت ﷺ کے والدین کریمین کے اسلام میں اختلاف ہے اور جو لوگ ایمان کے قائل ہیں ان کے دو قول ہیں۔

قول اوّل:

والدین کریمین کی وفات فترت پر تھی اور وہ اپنی زندگی میں مسلمان تھے اوران کی موت ایمان پر ہوئی ہے۔

قول دوم:

والدین کریمین کو بعد از موت زندہ کیا گیا اور وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایمان لائے اسی طرح جولوگ ابوطالب کے ایمان کے قائل ہیں ان کے بھی دوقول ہیں۔

قول اوّل:

وہ اپنی زندگی میں مومن اور موحد تھے اوران کا خاتمہ ایمان پر ہوا۔

قول دوم:

حضرت ابوطالب کو بعد از موت زندہ کیا گیا یا کہ زندہ کیا جائے گا اور وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایمان لائے اور یہ اہل کشف اور بعض علماء ظاہر کا قول ہے جس کو علامہ برزنجی اور سید احمد دحلان نے بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے۔ ان کثیرا من اهل السنة والجماعة من بنی هاشم وغیر هم یعتقدونَ نجاته تبعا لما جاء فی ذالك ولما نقله الجهابذة الفخام الحققیون بان یتخذوا حجة للخلق لدی الملك العلام وهم الامام السبكی والامام القرطبی والامام الشعرانی رحمهم اللّٰه تعالٰی علی الدوام ان اللّٰه احیا اباطالب وآمن بالمصطفٰے ومات مسلما الخ یعنی بنی ہاشم اور غیر بنی ہاشم سے اکثر علماء اہل سنت و جماعت حضرت ابوطالب کی نجاۃ کا عقیدہ رکھتے ہیں اس لئے کہ اس میں اخبار وارد ہیں اور اس